مالک تمام وسائل و ذرائع پر متصرف اور تمام نفع و ضرر کا خداوند بنا ہوا ہے۔
اس دنیا کے اندر کچھ تھوڑے بہت مسلمان بھی جی رہے ہیں جو اس میں شبہ نہیں کہ اللہ کا نام بھی لے لیتے ہیں، رسول کا دم بھی بھرتے ہیں لیکن اس اعتبار سے دونوں برابر ہیں کہ عملی زندگی سے خدا و رسول کو دونوں نے الگ کر رکھا ہے مسلمان نام تو خدا اور رسول کا ضرور لیتا ہے لیکن کام انہی کے کرتا ہے جو اللہ اور رسول کے باغی ہیں۔ علم انہی کا حاصل کرتا ہے فلسفہ انہی کا سیکھتا ہے۔ تہذیب میں، آداب میں، معاشرت میں تقلید انہی کی کرتا ہے۔ اپنا مال، اپنا وقت، اپنی قابلیت سب کچھ انہی پر نثار کرتا ہے اور جبراً نہیں طوعاً کرتا ہے۔ صرف کرتا ہی نہیں بلکہ اس پر فخر بھی کرتا ہے اور تنہا خود ہی اس فخر کو سمیٹے نہیں رکھنا چاہتا بلکہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی آئندہ نسلیں بھی اس فخر میں سے حصہ پائیں۔ یہ خدا کو ماننے کا حق صرف اس طرح ادا کر دیتا ہے کہ مسجد میں اس کی نماز پڑھ دیتا ہے اس کے نام پر کچھ زکوٰۃ دے دیتا ہے۔ مہینہ بھر کے روزے رکھ دیتا ہے باقی اس کے سوا سارے معاملاتِ زندگی میں وہ جس خدا کی بھی اطاعت کرے اس سے اس کے آسمانی خدا کو کوئی واسطہ ہی نہیں۔ رسول کے ماننے کا حق یہ صرف اس طرح ادا کرتا ہے کہ نمازوں میں آپ کی ذات پر درود بھیج دیتا ہے۔ سال میں عید میلاد کے ایک آدھ جلسے کر دیتا ہے۔ اگر آپ کی شان میں کوئی ادنیٰ گستاخی کسی سے صادر ہو جائے تو اخباروں اور جلسوں میں ہنگامے برپا کر دیتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ زندگی کے تمام شعبوں میں وہی واجب الاطاعت اور انہی کا بتایا ہوا طریقہ واجب الاتباع ہے اور اُن کے طریقے کے سوا سارے طریقے گمراہی فسق اور کفر ہیں یہ اس کے ایمان بالرسول میں داخل نہیں ہے۔"

دورِ حاضر کے اس طوفانِ بدتمیزی پر اپنی جانب سے کچھ کہہ گزرنے کے بجائے میں نے ایک قابلِ قدر مفسرِ قرآن کا تبصرہ پورے شرح و بسط کے ساتھ آپ کے سامنے من و عن رکھ دیا ہے۔
آج سے پندرہ سو برس پہلے جب خدا کی زمین بالکل اسی طرح ایک مثالی ظلمت کدہ بن چکی تھی۔ جہاں اخلاق پر فحاشی و عریانی، معاشرت پر محبوبات و مرغوباتِ نفسانی، معیشت پر ظالمانہ اور

استحصالی جاگیرداری اور سیاست پر غاصبانہ اور قاہرانہ بے اعتدالی کا پارہ اپنی انتہا تک پہنچ چکا تھا اور فسق و فجور اور ظلم و عدوان کی یہ تمام بے ربطیاں مل کر نہایت دمرحلے سے ایک ظالمانہ اور غاصبانہ نظامِ باطل کو غذا فراہم کر رہی تھیں تو اللہ تعالے نے اس کی سرکوبی اور عوام الناس کو نظامِ شریہ کی کارستانی سے بچانے کے لیے اپنے ایک رسولؐ کو "الھدیٰ" اور "دین الحق" دے کر مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے ہیک سر نظامِ باطل کے قہر و استبداد سے بھرپور ٹکر لینے کی مول لی۔ گو کہ وقت کے سیاسی نظام کو جبر، معاشی اور اقتصادی نظام کو استحصال اور سماجی نظام کو انسانیت کی تفریقِ خبیث سے چھڑانا کوئی پھولوں کی سیج نہیں تھی مگر زوال و انحطاط کے ایک ایسے دور میں اُسی فرد واحد نے اٹھ کر "الدین" کی تبلیغ شروع کی۔ جلد یا بدیر اپنے ساتھ کفن بر دوش رفیقوں کی ایک جماعت تیار کی۔ پورے تیرہ سال تک مکے میں رہ کر اُسی فاسقانہ اور غاصبانہ نظام کے ظلم و تشدد کے سامنے تختۂ مشق بن کر تعذیب و ابتلا کی قہر یلی بھٹی اور بے رحم چکی میں نہایت بے دردی کے ساتھ پستے رہے۔ پھر جب محسوس ہوا کہ سرفروش ساتھیوں کی ایک ایسی جمعیت فراہم ہو چکی ہے جو نظامِ باطل سے بھرپور ٹکر لے سکے تو دیکھتے ہی دیکھتے ظلم و جور کے نظام سے ایک کامیاب اور فیصلہ کن ٹکر لی اور یوں تیئیس سال کے ایک قلیل وقفے اور محنتِ شاقّہ کے نتیجے میں خطۂ عرب پر اللہ تعالے کے عادلانہ اور منصفانہ نظام کا جھنڈا لہرا کر شجرِ باطل کی جڑیں اور ایوانِ کفر و شرک کی چولیں ہلا دیں۔

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں — خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں — کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے — پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے — تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقشِ توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

مگر افسوس کہ نظامِ اسلامی کا نکھار اور ایمان و یقین کا یہ موسم بہار تا دیر قائم نہ رہ سکا اور تیئیس

سال گزر جانے کے بعد شیر کی شیری کا یہ عظیم الشان فسانہ اور نغمۂ اللہ ہو کا فلک سوز ہنگامہ آہستہ آہستہ سرد پڑنے لگا خدا، رسولؐ اور آخرت پر ایمان مارے باندھے کی ایک اضافی اور عملی و اجتماعی زندگی پر غیر مؤثر پوٹلی بن کر دماغ کے خوابیدہ خانوں میں نہایت افسردگی کے ساتھ خلوت گزیں ہو کر بغاوت وطغیان اور ہٹ دھرمی کے ہاتھوں بجی ہوئی انسانیت کی عقل و فہم پہ ماتم کرنے لگا۔ معراجِ انسانیت کی وہ گاڑی جس نے کبھی روشنی و ہدایت کی بلند و بالا میناروں اور فلک بوس چوٹیوں کو سر کر دیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے ملوکیت، خود غرضی اور مادیت کی پست ترین اندھیاریوں کی جانب لڑھکنے لگی۔ دریائے وقت کی خرام موجوں کے تھپیڑے کھا کھا کر مسلمان بالآخر آرزوئے خام اور نمازِ بے قیام کے طلسمِ ہوش رُبا و بے مقصود کا اسیر ہو گیا۔ توحید کا وہ تصور جس نے کبھی پتنگانِ شمعِ رسالت کو تحقیقِ حق کا امام اور علم و معرفتِ الٰہی کا راز دار بنا دیا تھا اور احساسِ زیاں دے کر انکے لہو کو جذبۂ جہاد سے گرما دیا تھا، اب فقط ایک مسئلۂ علمِ کلام اور علمِ کلام بجائے خود ایک دل لگی قوالی کا فاتحہ بن کر رہ گیا۔ اُمتِ مرحومہ کی اس افسوسناک صورتحال، اس انمول حماقت اور اس نادیدہ جہالت پر ابلیس اور انکے مشیروں نے ان الفاظ میں حقارت آمیز قہقہہ لگا کر تمسخر و استہزا کی تالیاں پیٹ دیں کہ

ے ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں سجود
ان کی فطرت کا تقاضا ہے نمازِ بے قیام
آرزو اوّل تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں۔
ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام
یہ ہماری سعیٔ پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و مُلّا ملوکیت کے بندے ہیں تمام
طبعِ مشرق کے لیے موزوں یہی افیون تھی
ورنہ قوالی سے کچھ کم تر نہیں علمِ کلام
ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کُند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام

کس کی نومیدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید
ہے جہاد اس دور میں مردِ مسلماں پر حرام

یہ اندوہناک اور افسوسناک حادثہ کیوں رونما ہوا؟ یہ ایک ایسی تلخ اور دل خراش حقیقت ہے جو اپنے پیچھے ایک طویل تاریخ اور دل گداز داستان رکھتی ہے جس کا دہرانا میرے اس وقت کا موضوعِ بحث نہیں۔

مختصر یہ کہ وہ "دین" یا "نظامِ حیات" جو پاک پیغمبرؐ اپنے ساتھ لے آئے تھے اور جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط تھا آہستہ آہستہ نظامِ اجتماعی سے نکل کر صرف انسان کی انفرادی زندگی اور معاملات تک محدود ہو کر رہ گیا۔ شیطانیت اور لادینیت (SECULARISM) کا دور دورہ ہو گیا اور انسانی زندگی کو تین تین کے مندرجہ ذیل دو گوشوں (یعنی انفرادی اور اجتماعی) میں بانٹ دیا گیا۔

زندگی انفرادی + اجتماعی = دین	انفرادی زندگی اسے مذہب کا نام دیا گیا ہے	ا (۱) عقیدہ	(DOGMA)
		(۲) عبادات	(RITUALS OR MODE OF WORSHIP)
		(۳) رسوم و رواج	(WAYS & CUSTOMS OF LIFE)
	اجتماعی زندگی	ب (۴) معاشرتی نظام	(SOCIAL SYSTEM)
		(۵) معاشی نظام	(ECONOMIC SYSTEM)
		(۶) سیاسی نظام	(POLITICAL SYSTEM)

داد دیجئے دورِ جدید کی شیطانیت کو کہ اس نے انفرادی زندگی یعنی عقیدے، عبادات اور رسوم و رواج میں تو دنیا کے تمام انسانوں کو کھلی آزادی کا پروانہ عطا کیا کہ وہ یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت اور اسلام میں سے جس مسلک پر بھی چاہے اپنی انفرادی زندگی (عقیدے، عبادات، رسم و رواج) کی بنیاد رکھے۔ مگر اس نام نہاد آزادی کے عوض جو بھاری معاوضہ شیطان نے نقدی کی صورت میں وصول کیا وہ یہ تھا کہ اجتماعی زندگی (معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظام) (POLITICO-SOCIO-ECONOMIC SYSTEM) پر قبضہ کر کے ایک جابر اور مطلق العنان خداوند بن بیٹھا اور در اصل یہی وہ بِس کی گانٹھ اور بدنما دھبہ ہے جو زبانِ حال سے انسانیت کو شرم دلا رہی ہے اور یہی وہ موڑ ہے جہاں پہنچ کر ایک صحیح الطبع اور سلیم الفطرت

انسان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خراجِ تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ آج تک دنیا میں جتنے بھی مزکّی معلّم، مربّی اور رہبر و رہنما گزرے ہیں انہوں نے انفرادی زندگی کی اصلاح و تعمیر کے لیے بڑے قابلِ قدر کام کیے ہیں مگر اُن میں سے کوئی بھی انسانیت کو اجتماعی زندگی کا عملی نقشہ پیش نہ کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ "CONCISE HISTORY OF THE WORLD" نامی کتاب کے مصنف جو ایک متعصّب عیسائی ہے اور اپنی تحریروں میں جا بجا محمدؐ پر بڑے شنیع اور رکیک حملے کرتا ہے مگر جب اپنی کتاب میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کی بحث میں کود پڑتا ہے تو نفرت اور دشمنی کے باوجود علی الاعلان اور ڈنکے کی چوٹ یہ اعتراف کرتا ہے کہ "...... انسانی اخلاقیات کے لمبے چوڑے وعظ تو حضرت عیسٰیؑ نے بھی بہت دیئے ہیں مگر جس شخص نے اُن اصولوں پر انسانی اخوت و حریت و مساوات کا ایک اجتماعی نظام عملاً قائم اور غالب کر کے دکھایا وہ تاریخ میں صرف اور صرف ایک ہی شخصیت ہیں جو محمدؐ کے نام سے مشہور ہیں"۔

اب اگر ایک حقیقت شناس شخص انقلابِ محمدیؐ کے پورے سلسلے پر ایک طائرانہ نگاہ دوڑائے تو انہیں پہلی ہی جھلک میں آئینے کی طرح صاف نظر آئے گا کہ پیغمبرؐ نے انفرادی اور اجتماعی (حصہ ا، حصہ ب) دونوں میدانوں میں کیسی فراست اور دلیری کے ساتھ شیطان کو چاروں شانے چت گرایا۔ پڑھنے والے پر یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ پیغمبرِ انقلابؐ محض لوگوں کا عقیدہ درست کرنے کے لیے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ اُنؐ کے بھیجے جانے کا مقصد صرف اتنا بھی نہیں تھا کہ لوگ حج و زکوٰۃ کے قائل اور صوم و صلوٰۃ کے پابند ہو جائیں۔ اُنؐ کی تشریف آوری کا منتہائے مقصود صرف یہ بھی نہیں تھا کہ لوگ عقیقوں، شادیوں، جنازوں اور دوسرے رسوم و رواج میں اسلامی طریقوں کے خوگر بن جائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے نوعِ انسانی کا عقیدہ درست کیا۔ اُن کی عبادات میں روحانیت پھونک دی اور اُن کے رسوم و رواج اور طرزِ بود و باش میں یک رنگی و یکسانیت پیدا کی مگر یہ سب کچھ کس مقصدِ وحید کے پیشِ نظر انہوں نے سرانجام دیا؟ کس منزلِ مقصود کے عشق نے انہیں رات کے اندھیاروں اور دن کے اجالوں میں مغموم و پریشان رکھا؟ اور کس نصب العین کی تڑپ نے انہیں حراء کی خلوتوں اور سماجی زندگی کی جلوتوں میں ایک ماہیٔ بے آب کی طرح بے قرار رکھا؟ وہ عظیم الشان مقصد یہی تو تھا کہ انفرادی سطح پر ایسے جانثار پیدا اور تیار کیے جائیں جو وقت کے اُن وڈیروں،

ظالموں اور غاصبوں سے ایک بھرپور ٹکر لیں جنھوں نے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام ہائے حیات پر مشتمل انسانیت کے اجتماعی نظامِ زندگی کو اپنے ظلم و استبداد کے بدنما اور سیاہ داغوں سے داغدار بنا رکھا تھا۔ اسی مقصدِ رفیع کے حصول کے لیے انسانیت کے اس عظیم الشان محسن نے جو مٹھی بھر فوج آنکھیں فرشِ راہ کر کے، خونِ جگر دے کر مکے کی گلیوں سے ٹٹول ٹٹول کر جمع کی تھی وہ شدید جان کاہی، طویل جفاکشی اور جاں گسل پتّہ ماری سے مسلسل کفر و شرک کی اندھیریاں چیرتی، وادیٔ بدر میں اپنے سر کٹواتی، میدانِ اُحد کو اپنے خونِ دل سے لالہ زار کرتی، خندق و احزاب کا معرکۂ کارزار سر کرتی، درۂ خیبر میں اترتی، چمنستانِ کفر کی سنگلاخ اور تیرہ و تاریک وادیوں میں اپنے تنوں کا نذرانہ پیش کرتی، دوبارہ مکے کی گلیوں میں گھستی چلی گئی جہاں سے انہیں طاغوت کا خاتمہ کر کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر حاکمیتِ خداوندی کی بالادستی بالفعل قائم اور نافذ کرنا تھی۔ جہاں پہنچ کر جہانوں کے ربّ الارباب کو خود یہ اعلان کرنا پڑا کہ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ آیت ۳)

؎ خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

مگر جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا بدقسمتی سے اجتماعی نظام پر اطاعتِ خداوندی کی یہ بالادستی تادیر قائم نہ رہ سکی اور وہ دین جو اجتماعی زندگی یا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کا نام تھا سمٹتے سمٹتے اور سکڑتے سکڑتے مذہب کا روپ اختیار کر کے غیر اللہ کی بندگی اور ... کے دورِ جدید میں ایک جوئے کم آب بن کر رہ گیا۔ اس حقیقت کی نشاندہی اقبال نے کتنی نفاست سے کی ہے کہ

؎ بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی

اور یہ اعلان کیا گیا کہ انفرادی زندگی میں عقیدے کے لحاظ سے کوئی بندہ بے شک خدا کا پرستار بن سکتا ہے۔ عبادت میں وہ بے شک اللہ کے لیے پوجا پاٹ کے طریقے اختیار کر سکتا ہے۔ رسوم و رواج میں انفرادی سطح پر بے شک وہ مذہبی رنگ بھر سکتا ہے مگر ایک ایسے خدا کو قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ وہ انسانیت کی اجتماعی یا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام میں مداخلت اور دست درازی کر سکے۔ (جاری ہے)

سری لنکا میں تحریک رجوع الی القرآن کی صدائے بازگشت

ایک امید افزا مکتوب

Dr. Israr Ahmad.
Society of Servants
of Al-Quran .
Model Town Lahore.

Dear brother in Islam,

It is indeed a great pleasure to read some of your books published in English. I would like remind you of my letter of April 1986.

By now I request you to kindly send me all your English as well Urdu publication for translation. By the Grace of Almighty Allah by now I have translated your book known as "The obligations Muslims owe to the Quran " into Tamil language popularly spoken by the muslims of Sri Lanka. Insha Allah, I will be sending it for print within a month or so. I have made minor changes in some places to shoot the needs of our country. Insha Alla very soon I will be translating your other books too. But I need your Urdu publication too for comparison. Please oblige me the same. Please, let me have a written permission from you for all you publication.

Thanking you and may Allah bless you.

Brotherly yours
A.R.M. Mubarak
Nawalapitiya, SiriLanka